تحسین شعر اقبال در حیاتِ اقبال

ڈاکٹر سعدیہ حسن بلوچ
اسسٹنٹ پروفیسر اُردو
گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج برائے خواتین، وحدت کالونی، لاہور

APPRECIATION OF IQBAL'S POERY IN HIS LIFE

Sadia Hasan Balooch, PhD
Assistant Professor of Urdu
Govt. Post Graduate College (W) Wahdat Colony, Lahore

Abstract

Allama Muhammad Iqbal was a renowned literary personality of the Subcontinent. He served his nation through his matchless poetry. He also participated in political activities. He was greatly revered by almost circles of society. He was lucky enough to be recognized for his poetic stint at his early age. He won the hearts of intellectuals, politicians, poets and philosophers of Subcontinent by his meaningful work. He was so popular in the public as Iqbal'Day was celebrated in his life as a token of honour of his services to the nation. The article is an introductory study of tribute to Iqbal in his life.

Keywords: Allama Iqbal, Mirza Arshad Gorkani, Anjuman-e Hamayet Islam, Depty Nazeer Ahmad, Maulana Hali, Khawja Hasan Nizami, Sheikh Abdul Qadir

علامہ اقبال کا شمار دُنیا کے عظیم ترین شعرا میں ہوتا ہے۔ دُنیا کی قریباً ہر زبان میں کلام اقبال کے تراجم ہو چکے ہیں اور ان کے فکر و اسلوب پر نہایت قابلِ قدر تحقیقی اور تنقیدی کام ہو رہا ہے۔ ہر علم اور ہر فن کے اکابر کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے:

بالائے سرش ز ہوش مندی

می تافت ستارۂ بلندی

لیکن حضرت علامہ اقبال کے بارے میں یہ شعر کچھ زیادہ ہی صادق آتا ہے۔ وہ لاہور میں اپنے زمانہ طالب علمی ہی میں ایک منفرد شاعر کی حیثیت سے معروف اور ممدوح عصر ہو گئے تھے اور ان کی شاعری کے دورِ آغاز ہی سے نظم ونثر میں ان کی شخصیت اور شاعری کی تحسین ہونے لگی تھی۔ ان سطور میں حیات اقبال میں تحسین شعرِ اقبال کا جائزہ لینے کی کوشش کی جارہی ہے۔

ا) منظوم خراجِ تحسین کے ابتدائی آثار

اقبال زمانۂ طالب علمی ہی میں لاہور کے بازار حکیماں کے مشاعروں میں شریک ہونے لگے تھے۔ ان مشاعروں میں شریک ہونے والے سخن فہم حضرات اقبال کا ابتدائی کلام سن کر بھانپ گئے کہ اردو شاعری کے افق پر ایک نیا ستارہ نمودار ہوا ہے۔ اقبال ان مجالس میں عموماً اپنا کلام تحت اللفظ سے سناتے تھے مگر ان کی آواز نہایت دل گداز تھی اس لیے اسی زمانے میں بعض بے تکلف دوستوں کے اصرار پر انھوں نے کبھی کبھار اپنا کلام ترنم سے پڑھنا شروع کر دیا۔ سر عبدالقادر اپنے مضمون ''کیفِ غم'' میں تحریر کرتے ہیں:

> ''میرزا صاحب (میرزا ارشد گورگانی) ہمیشہ تحت اللفظ سے پڑھتے تھے۔ انھوں نے اقبال کی روز افزوں قبولیت کو دیکھ کر محسوس کیا کہ اقبال کی خوش آہنگی اس کی نظم کو پر لگا رہی ہے اور اپنی نظم میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ مصرع لکھا: ''نظم اقبالی نے ہر اک کو گویا کر دیا'' (۱)

مذکورہ بالا مصرعے کو گویا اقبال کی شان میں منظوم خراجِ عقیدت کا آغاز کہا جا سکتا ہے مگر صحیح معنوں میں اقبال کی شہرت کا آغاز انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسوں میں ان کی شرکت سے ہوا۔ اور ان مشاعروں میں اقبال کا منفرد انداز سخن دیکھ کر ڈپٹی نذیر احمد، مولانا شبلی، مولانا حالی، سر محمد شفیع، سر عبدالقادر اور خواجہ حسن نظامی جیسے اکابر ادب بھی بے ساختہ داد دینے پر مجبور ہو گئے۔

اقبال اپنے زمانۂ طالب علمی ہی میں لاہور کے قابل نوجوانوں کے دائرے کا مرکز بن گئے تھے۔ اس دائرے میں اس دور کے ذہین شاعر اور نوجوان فلسفیوں کے علاوہ انگریزی اور غیر ملکی تعلیم کے حامل افراد بھی شامل تھے۔ انھی نوجوانوں میں شاہ دین ہمایوں بھی تھے جو ۱۸۹۰ء میں ولایت سے بیرسٹر بن کر آئے۔ وہ اپنی پہلی نظم ''چمن کی سیر'' اکتوبر ۱۹۰۱ء میں اپنے دوستوں کا ذکر یوں کرتے ہیں:

اعجازؔ دیکھ تو سہی یاں کیا سماں ہے آج
نیرنگؔ آسمان و زمیں کا نیا ہے رنگ
اقبالؔ تیری سحر بیانی کہاں ہے آج
ناظرؔ کمان فکر سے مار ایک دو خدنگ
از نغمہ ہائے دلکش این چار یار را
پنجاب خوش نو است ہمایوںؔ دیار ما(۲)

اس شعری اقتباس میں ہمایوں نے اپنے محبان و رفقیان میں اقبال کے علاوہ اعجاز حسین اعجاز، میر غلام بھیک نیرنگ اور چودھری خوشی محمد ناظر کا بھی ذکر کیا ہے۔ ہمایوں، اپنی ایک اور نظم شالا مار باغ کشمیر (مخزن ۱۹۰۳ء) میں اقبال کو اس طرح یاد کرتے ہیں:

ناظر بڑا مزا ہو جو اقبال ساتھ دے
ہر سال ہم ہوں شیخ ہو اور شالامار ہو(۳)

مذکورہ بالا شعر میں شیخ سے مراد، شیخ عبدالقادر مدیر ''مخزن'' ہیں۔ ہمایوں کے ان اشعار سے پتا چلتا ہے کہ اقبال نہ صرف اکابرین بلکہ اپنے ہم عصر شاعروں اور دوستوں میں بھی ہر دل عزیز تھے اور ان کے دوست اور احباب ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔

شاہ دین ہمایوں کے مذکورہ بالا اشعار کو اس لحاظ سے اولیت حاصل ہے کہ ان میں بڑے محبت آمیز انداز میں اقبال کا ذکر ہے تاہم پہلی باقاعدہ نظم جس کا موضوع اقبال کی شخصیت و شاعری اور تحسین و تعریف ہے، مئی ۱۹۰۴ء کے ''مخزن'' میں شایع ہوئی ہے۔ شاعر بدر الدین قیصری ہیں۔ نظم کی ابتدا میں قیصری صاحب رقم طراز ہیں:

''یہ نظم میں نے اپنے ارادے سے نہیں لکھی بلکہ اقبال کی زبردست سخن وری نے جبراً مجھ سے لکھوائی ہے۔ گویا یہ خراج ہے جو ان کی شاعری نے میری شاعری سے لیا ہے۔ ہر چند اقبال سلمہ اللہ تعالیٰ بطور شاعر کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں مگر میرے خیال میں ان کی شاعری کا پایہ اُن کی شہرت سے بلندتر ہے''۔(۴)

اس نظم کی تاریخی اہمیت کے پیشِ نظر اس کے دو بند یہاں درج کیے جاتے ہیں:

صرفِ فکرِ شعر جب تیری طبیعت ہو گئی　　　دردِ قرباں ہو گیا، صدقے فصاحت ہو گئی
تیرے طوفانِ مضامیں سے یہ حالت ہو گئی　　　سطرِ مسطر، موجۂ بحرِ بلاغت ہو گئی
یہ کہیں روح القدس کی کار فرمائی نہ ہو
شعر کے پردے میں اعجازِ مسیحائی نہ ہو

اے شہِ ملکِ سخن، روح و روانِ قیصری　　　اے کہ موزوں ہے ترے سر پر کلاہِ برتری
اے کہ تیری نظم ہے نورِ خدِ جاں پروری　　　اے کہ تیرا شعر ہے خالِ لبِ افسوں گری
طبع تیری غیرتِ صد ابرِ نیسانی رہے
ذات تیری مظہرِ الطافِ یزدانی رہے(۵)

ب) یورپ سے واپسی پر خیر مقدمی نظمیں

علامہ اقبال ستمبر ۱۹۰۵ء میں مزید تحصیلِ علم کے لیے یورپ روانہ ہوئے اور جولائی ۱۹۰۸ء میں وطن لوٹے۔ اقبال کے واپس آنے کی خوشی میں اور ان کے استقبال کے لیے اقبال کے بہت اچھے دوست اور شاعر غلام بھیک نیرنگ نے ''ترانۂ مسرت'' کے عنوان سے نظم کہی۔ یہ نظم انھوں نے دہلی

میں درگاہ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء میں احباب کی ایسی مجلس میں پڑھ کر سنائی جس میں خواجہ حسن نظامی، شیخ عبدالقادر، شیخ محمد اکرام، مولانا راشد الخیری اور سید جالب دہلوی موجود تھے۔ نیرنگ بڑے دل کش انداز میں اقبال کو خوش آمدید کہتے ہیں:

یورپ کی سیر کر کے اقبال واپس آئے — خوشیاں منائیں مل کر اہلِ وطن وطن میں
ہے آمدِ مسرت اقبال تیری آمد — خوشیاں ہیں اہل دل میں عیدیں ہیں اہل فن میں
سر آنکھوں پر بٹھایا یورپ میں تجھ کو سب نے — غربت میں بھی رہا تو گویا سدا وطن میں
پھر تیرے دم سے ہوں گے تازہ چمن کے چرچے — پھر رونقیں رہیں گی یاروں کی انجمن میں (۶)

علامہ اقبال کے سفر ولایت سے واپسی پر یہ نوٹ اقبال کے دوست محمد دین فوق نے اپنے رسالہ ''کشمیری میگزین'' لاہور ماہ اگست ۱۹۰۸ء میں شائع کیا تھا۔ اور دو استقبالیہ نظمیں بھی شائع کیں جو اقبال کی لاہور آمد پر ۲۸ جولائی ۱۹۰۸ء کو بمقام بھاٹی دروازہ لاہور سنائی گئیں۔ ذیل میں ان دو نظموں کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔

منشی اللہ یار جوگی (۱۸۸۷ء۔۱۹۴۰ء): کی یہ نظم اقبال سے ان کی بے پایاں محبت کی شاہد ہے۔ یہ نظم تیرہ اشعار پر مشتمل ہے۔ یہاں اس کے چار شعر درج کیے جاتے ہیں:

کدھر ہے کیفِ مسرت مجھے سنبھال سنبھال — کہ ہو کے آئے ولایت سے ڈاکٹر اقبال
خدا کے فضل سے وہ کی ہیں ڈگریاں حاصل — کہ اس زمین میں جن کا ہے اندراج محال
ترس ترس کے یہ موقع خوشی کا پایا ہے — کہ آئے خیر سے گھر پھر کے حضرت اقبال
تھی حاجت ایسے ہی لیڈر کی اہل خطہ کو — جواں خیال، جواں سال اور جواں اقبال (۷)

منشی غلام علی خان صاحب غلامی: جو پیسہ اخبار لاہور کے خوش نویس تھے، اقبال کی واپسی پر اہلِ لاہور کی خوشیوں کی یوں ترجمانی کرتے ہیں:

دوست اور احباب خرم ہیں ترے دیدار سے — جب کہ تو مثلِ ہلالِ عید جلوہ گر ہوا
ڈگریاں پا کر ولایت سے تو آیا کامیاب — فلسفہ میں خاص کر بیکن کا تو ہم سر ہوا

کیوں نہ ہو ہندوستان میں تیرا شہرہ چارسو　　تیرا علم و فضل اور اخلاق جب برتر ہوا
فاضلانِ دہر میں پایا ہے تو نے امتیاز　　کامیابی کا قلعہ ہمت سے تری سر ہوا(۸)

د) پہلا اقبال نمبر اور شعرائے ہند

اگر چہ اقبال کی زندگی میں ایسا کوئی شعری مجموعہ مرتب نہیں ہو سکا جس میں اقبال کے بارے میں کہی جانے والی سب نظمیں جمع ہوں، تاہم منظوم خراجِ تحسین کا یہ سلسلہ اقبال کی زندگی میں پورے جوش وخروش سے جاری رہا۔ اور جب ہم ایسا کوئی مجموعہ نظم ونثر ڈھونڈتے ہیں جس میں اقبال کو بحیثیت شاعر وسیاستدان، حکیم وفلسفی اور دانائے راز کے طور پر ان کی زندگی میں تسلیم کیا گیا ہو تو ہمارے سامنے سب سے پہلے ''نیرنگ خیال'' آتا ہے۔ یہ نمبر حکیم یوسف حسن خان کی زیر ادارت ستمبر، اکتوبر ۱۹۳۲ء کے مشترکہ نمبر کی صورت میں نکالا گیا۔ اس نمبر میں ہمیں اقبال کے فکر وفن پر اہلِ علم وفن کے ستائیں مضامین اور اٹھارہ شعرا کی نظمیں ملتی ہیں، جو اقبال کی شان میں بجا طور پر نیرنگِ خیال کا بہت بڑا اخراجِ تحسین ہے۔ ان شعرائے کمال میں ہمیں غلام بھیک نیرنگ، محمد دین تاثیر، حامد علی خان، احسان دانش، مجید ملک، جلال الدین اکبر، ابو العلاعطا چشتی، محمد کبیر خان رسا، غلام قادر اثر، مجازی لکھنوی، کاشی پریاگی، دلبر حسن مسحور، این ایچ ہاشمی، مظہر انصاری بی۔ اے، محمد اشرف الدین یکتا، عبدالرشید ملک، عبدالحمید حمد اور عبدالحمید شوق کے نام نامی دکھائی دیتے ہیں۔

غلام بھیک نیرنگ کی وہ تاریخی نظم جو انھوں نے اقبال کی یورپ سے واپسی پر کہی تھی نہ صرف اس شمارے کی زینت ہے بلکہ حکیم صاحب نے اسے بطور تبرک اولیت کا درجہ دیتے ہوئے شعرائے کمال کی نظموں میں بھی اول نمبر کی جگہ دی ہے۔ پروفیسر محمد دین تاثیر کی نظم ''عالمگیر'' دراصل اقبال کی فارسی نظم کا اردو ترجمہ ہے۔ مولانا حامد علی خان کی نظم اقبال کی مشہور نظم ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' کی بحر وقافیے میں لکھی گئی ہے۔ مولانا کہتے ہیں:

ریاضِ ہند کو تو نے لہو رو رو کے سینا ہے
ادا تو نے کیا ملت کی تقصیروں کا کفارا

تیرے سوزِ محبت کی فسوں کاری نے پگھلائے
وہ بے حس دل کہ تھے صدیوں سے ننگِ سینۂ خارا(۹)

احسان دانش مصنف ''حدیث ادب'' نے اپنی نظم ''تصویر خیالی'' میں اقبال کی تخلیق کی خیالی تصویر کھینچی ہے جس میں انھوں نے از حکمِ خدا فرشتوں کو اقبال کے کالبد میں شبلی، گوئٹے، عمر خیام، نظیری، طولیس وقند، میر، ٹینی سن، مومن، حالی، حافظ، غالب، سعدی، بیدل، امیر وداغ جیسے نامور شاعروں کی خوبیاں سموتے ہوئے تصور کیا اور جب فرشتوں نے خدا کے حکم سے وہ پیکر بنادیا تو:

پھر اس میں روح پھونکی با صد انداز
ودیعت کر دیا حسنِ خیالی
جسے احسان سب کہتے ہیں اقبال
یہ ہے اس کی سرشت بے مثالی(۱۰)

اس شمارے کی ایک اور اہم نظم ابو العلاعطا چشتی کی ہے جو ادبی اور صحافتی دنیا میں حاجی لق لق کے نام سے معروف ہیں۔ یہ ان دنوں بغداد میں مقیم تھے اور اپنی نظم ''آرزوئے اقبال'' میں اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ اقبال کبھی بغداد تشریف لائیں۔ وہ کہتے ہیں:

سوئے بغداد اگر آئی و شرف می بخشی
تو چہ دانی چہ شود بادلِ دیوانہ ما
بہر تسکین و قرارِ دل ناشاد آئی
ای خوشا روز کہ در بلدۂ بغداد آئی(۱۱)

مذکورہ بالا فارسی نظم کے علاوہ ایک فارسی نظم اور رباعی جالندھر کے محمد کبیر خان اور غلام قادر اثر کی بھی زینت شمارہ ہے۔ اس شمارے میں ایک ہندو شاعر کاشی پریاگی کی نظم بھی ہے جو اقبال سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے اور اپنی عقیدت کا اظہار کچھ یوں کرتے ہیں:

سامری کیشوں کی نظروں میں تو جادوگر ہے تو
میں جو کہہ سکتا تو کہہ دیتا کہ پیغمبر ہے تو(۱۲)

ھ) یوم اقبال کی منظومات

لاہور میں اقبال ڈے ۷ ستمبر ۱۹۳۲ء

علامہ اقبال کی عظمت کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ انھیں ان کی زندگی میں زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا اور ۲ مارچ ۱۹۳۲ء کو باقاعدہ طور پر پہلا یوم اقبال منایا گیا۔ جناب رحیم بخش شاہین نے اپنی تالیف ''اوراق گم گشتہ'' میں مکمل تحقیق اور ثبوت کے ساتھ مورخہ بالا اقبال ڈے کو اولین اقبال ڈے قرار دیا ہے۔ اولین یوم اقبال منانے کا سہرا خواجہ عبدالوحید کے سر بندھتا ہے۔ اس جلسے کی کاروائی ۷ ستمبر ۱۹۳۲ء کو روزنامہ ''انقلاب'' میں شائع ہوئی۔

پہلا یوم اقبال ۲ مارچ ۱۹۳۲ء کو وائی ایم سی اے ہال میں اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام نہایت دھوم دھام سے منایا گیا۔ اگلے دن ۷ مارچ کو اسی یوم اقبال کے سلسلے میں حضرت علامہ کو دعوت چائے دی گئی۔ مجید سالک نے اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور حضرت علامہ سے درخواست کی کہ وہ اس موقع پر خطاب فرمائیں۔ اقبال نے علم وتحقیق کے بعض مسائل کی طرف ارکان انسٹی ٹیوٹ کی توجہ دلائی اور شکریہ ادا فرمایا۔

لاہور میں اقبال ڈے ۱۹۳۸ء

شہر لاہور میں بھی اقبال کی شاعری اور شخصیت بے پناہ مقبول ومحبوب تھی۔ اقبال خود چوں کہ لاہور ہی میں اقامت پذیر تھے اس لیے بھی اقبال کے تازہ ترین افکار اور اشعار عوام تک بہت جلد رسائی پاتے تھے اور اہل لاہور کے دلوں میں اقبال کی محبت کو دوچند کرنے کا سبب بنتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ لاہور کے انٹر کالجز کے طلبہ کی تنظیم دی انٹر کالجیئیٹ مسلم برادرہڈ، نے ۱۹۳۸ء کے آغاز میں جنوری ۱۹۳۸ء کو ملک گیر اقبال ڈے منانے کی تحریک کا آغاز کیا۔ جس کے نتیجے میں پورے برعظیم میں چھوٹے بڑے متعدد مقامات پر یوم اقبال کی تقاریب منعقد ہوئیں۔ تاہم اس سلسلے کے چند ہی جلسوں کی روودادیں آج دستیاب ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان تمام جلسوں کی روودادیں مختلف اخبارات و جرائد سے حاصل کر کے یکجا کی جائیں۔ بہر حال اس موقع پر دی انٹر کالجیٹ برادرہڈ کے زیر اہتمام لاہور میں

بھی ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسے کی تفصیل حضرت اسلم جیراجپوری کی کتاب ''نوادرات'' میں مرقوم ہے۔ اس جلسے کی تین تین گھنٹے کی تین نشستیں رکھی گئیں۔ ملک کے طول وعرض سے عاشقانِ اقبال شرکت کرنے کے لیے لاہور پہنچے۔ پہلی نشست کی صدارت سر گوکل چند نارنگ نے کی دوسری نشست کی صدارت سر شیخ عبدالقادر نے کی اور تیسری کی صدارت علامہ عبداللہ یوسف علی نے کی۔ بہت سے پرمغز مقالے پڑھے گئے۔ خاص طور پر خواجہ غلام السیدین، عابد علی عابد، پروفیسر عمر فاروق، پروفیسر منیر الدین اور چودھری غلام احمد پرویز کے مقالے بہت شوق سے سنے گئے۔ کئی نظمیں بھی پڑھی گئیں۔ جن میں اسد ملتانی کی نظم خاص طور پر پسند کی گئی۔

حیدر آباد میں اقبال ڈے

۹ جنوری ۱۹۳۸ء کو اقبال کی زندگی میں ہندوستان بھر میں جشن اقبال منایا گیا۔ اس سلسلے میں حیدر آباد شہر میں زبردست تقریب ہوئی۔ علامہ کو حیدر آباد سے بحیثیت ایک مرکز اسلام اور اسلامی تہذیب کے گہوارے کے بہت لگاؤ تھا۔ یہ لگاؤ یک طرفہ نہیں تھا بلکہ اہل حیدر آباد کو بھی ان سے بے حد عقیدت تھی۔ یہ جلسہ ۹ جنوری ۱۹۳۸ء کو حیدر آباد کے بڑے باغ میں ٹاؤن ہال کی پرشکوہ عمارت میں منعقد ہوا۔ اس حوالے سے نواب مشتاق احمد خان لکھتے ہیں۔

> ''اس میں حاضرین اور اقبال کے مداحوں کی اس قدر کثیر تعداد تھی کہ یہ عظیم الشان عمارت بھی اپنی تنگ دامانی کی شکایت کرنے لگی۔ میں خود اس جلسے میں موجود تھا اور اس کا روح پرور نظارہ میری زندگی کی خوشگوار ترین یادوں میں سے ہے''(۱۳)

جواہر لعل نہرو نے اپنے پیغام میں کہا:

> ''اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس شاعرِ اعظم کے نغموں کی وجہ سے موجودہ نسل زبردست متاثر ہوئی۔ اقبال کی خداداد قابلیت کا ہر شخص معترف ہے۔ جشن اقبال کی کامیابی کی توقع پر مسرت کا اظہار کرتا ہوں''۔(۱۴)

پہلی نشست میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور اور سید ہاشمی فرید آبادی نے بڑے پر مغز مقالے پڑھے۔ دوسری نشست کی صدارت علامہ کے دوست مہاراجہ سر کشن پرشاد نے کی۔ اس میں اقبال کے مرد مومن بہادر یار جنگ نے اقبال سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا اور ڈاکٹر یوسف حسین خان اور دیگر اہل علم نے مقالے پڑھے۔ اس موقع پر اقبال کو منظوم خراج عقیدت بھی پیش کیا گیا اور اقبال کے نوجوان عقیدت مندوں نے بڑی عمدہ نظمیں پڑھیں۔ نواب مشتاق احمد کہتے ہیں:

''یوں تو ہر نظم بڑی معیاری تھی مگر مخدوم محی الدین کی نظم کے دو شعر ایک عرصہ تک حیدر آباد کی فضاؤں میں گونجتے رہے''۔(۱۵)

شعر حسب ذیل ہیں:

نغمۂ جبریل ہے، انسان کا گانا نہیں
صور اسرافیل ہے دنیا نے پہچانا نہیں
حسن کی قندیل ہے اک آسمانی راگ ہے
راگ کیا ہے سر سے پا تک عشق کی اک آگ ہے(۱۶)

بمبئی میں یومِ اقبال ۱۹۳۸ء

لاہور کے انٹرمیڈیٹ کالجوں کے طلبا کی اپیل کے جواب میں بمبئی میں بھی ۹ جنوری ۱۹۳۸ء کو یوم اقبال منایا گیا۔ ضیاء الدین احمد برنی لکھتے ہیں:

''یہ دن سارے ہندوستان میں منایا گیا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب کے حضور میں ہدیہ عقیدت پیش کیا جائے اور ان کی صحت کے لیے دعائیں مانگی جائیں۔ اس جلسے میں جو کاؤسجی جہانگیر ہال میں منعقد کیا گیا تھا، مسز نائیڈو نے بھی معرکتہ الآرا تقریر کی''۔(۱۷)

مختصراً اقبال اس حوالے سے بہت خوش قسمت تھے کہ انھیں ان کی زندگی میں سراہا گیا۔ عموماً اہل کمال اپنی زندگی میں کمال کی داد نہیں پاتے بل کہ ان کی زندگی آشفتہ حالی میں گزرتی ہے اور مرنے

کے بعد لوگ ان کی عظمت کے قائل اور معترف ہوتے ہیں۔لیکن خود اقبال کی شاعری کی تاثیر اس قدر تھی کہ دوسروں کو متوجہ اور متاثر کئے بغیر نہ رہتی تھی۔یا یوں کہہ لیجئے کہ اقبال کی شاعری اس آفتاب نصف النہار کے مانند تھی جس کی تند و تیز روشنی نگاہوں کو خیرہ کرتی تھی اور جس سے صرفِ نظر کرنا ممکن نہیں تھا۔بقول صغرا ہمایوں مرزا :

''یہ اقبال کی اقبال مندی تھی جو ان کی زندگی میں یوم اقبال منایا گیا''۔(۱۸)

حضرت علامہ اقبال سے بلا مبالغہ سیکڑوں ہم عمر اور کم عمر معاصر ادیبوں اور شاعروں نے اثر قبول کیا،لیکن اس اثر پذیری کا اعتراف حضرت علامہ، کی خلاقانہ عظمت یا نابغیت کی ستائش نسبتاً کم معاصرین نے کیا۔حضرت علامہ کی زندگی میں جن حضرات نے حضرت علامہ کی فنکارانہ بڑائی اور ان کے کمال فن کی تحسین و توصیف کی ان کی تعداد بھی بیسیوں تک پہنچتی ہے۔ان ارباب ادب میں سے اکبر الہ آبادی،مولانا ظفر علی خان، احسن مارہروی، حامد حسین قادری، غلام قادر گرامی ،لمعہ حیدر آبادی، خواجہ حسن نظامی، عبد اللہ العمادی، میر غلام بھیک نیرنگ، اسد ملتانی، ڈاکٹر تاثیر، حفیظ جالندھری، مولانا حامد علی خاں، حفیظ ہوشیارپوری، حکیم طغرائی، قرشی امرتسری، نظیر لدھیانوی، فیض احمد فیض، سید یامین ہاشمی وغیرہم کے اسمائے گرامی خصوصاً قابل ذکر ہیں۔

☆☆☆☆☆

کتابیات

(۱) محمد حنیف شاہد (مرتب) نذر اقبال (لاہور، بزم اقبال، اشاعت دوم ۲۰۰۰ء) ص۸۴

(۲) میاں محمد شاہ دین ہمایوں، جذبات ہمایوں (لاہور، مرکنٹائل پریس، س۔ن) ص۸۱

(۳) جذبات ہمایوں، ص۸۶

(۴) احسان الٰہی اسا لک (مرتب): حضور شاعر مشرق (لاہور، عزیز پبلشرز، ۱۹۷۷ء) ص۲۱

(۵) حضور شاعر شرق، ص۲۲،۲۱

(٦) نیرنگ خیال: اقبال نمبر (لاہور، ادارہ فروغ، اردو ۱۹۳۲ء) ص۳۷۲

(۷) رحیم بخش شاہین (مرتب): اوراقِ گم گشتہ (لاہور، اسلامک پبلیکشنز، ۱۹۷۵ء) ص۳۱۹_۳۱٦

(۸) ایضاً_لفظ ''تلعہ'' کی بندش محلِ نظر ہے۔ (۹) نیرنگ خیال: اقبال نمبر ۱۹۳۲ء، ص۴۰۹

(۱۰) نیرنگ خیال: اقبال نمبر ۱۹۳۲ء، ص۴۰۹ (۱۱) ایضاً، ص۳۹۳

(۱۲) ایضاً، ص۳۹۳ (۱۳) اقبال کے ہم نشیں، ص۳۰

(۱۴) عبدالروف عروج: رجالِ اقبال (کراچی نفیس اکادمی، ۱۹۸۸ء) ص۲۷۵

(۱۵) اقبال کے ہم نشیں: ص۱۳۱ (۱٦) ایضاً، ص:۱۳۱

(۱۷) ایضاً، ص۱۷ (۱۸) ایضاً، ص٦۲